عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی

مفتی اول دارالعلوم دیوبند

(از مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دارالعلوم دیوبند)

تیرھویں صدی کے اواخر سے چودھویں صدی ہجری کے ابتدا میں جن منتخب علمائے حق سے اس ملک میں علم وعمل کی روشنی پھیلی، اور جن کے انفاسِ قدسیہ سے خواص وعوام کی اصلاح ہوئی ان میں عارف باللہ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے آپ نے اپنے دور میں جو علمی، دینی اور ملی خدمات انجام دی ہیں۔ وہ تاریخ کا نمایاں باب ہے

حضرت مفتی صاحب کی پوری زندگی درس وتدریس، تعلیم وتربیت، بیعت وارشاد اور افتاء میں گذری۔ نام ونمود اور ریا ونمائش سے الگ رہ کر للّٰہ فی اللّٰہ یہ ساری خدمات انجام دیں اور کوئی شبہ نہیں کہ آپ سے ملک وملت اور بالخصوص اہلِ دین کو بڑا فائدہ پہنچا۔

مفتی صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے ان اولین فضلاء میں ہیں جن کے زہد وتقویٰ، علم وفضل اور اخلاص واخلاق سے غلام ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ اور جن کے فضل وکمال، علم وعمل اور جذبۂ اشاعتِ دین سے ملک اور بیرونِ ملک میں دارالعلوم دیوبند کی شہرت کو چار چاند لگے۔ اور اہلِ علم کے قلوب میں دارالعلوم کی محبت پیوست ہوئی۔ آپ کا ظاہر بہت سادہ

بے تکلف اور معمولی تھا، مگر باطن شگفتہ، تابناک اور صد درجہ اثر انگیز تھا۔

وطن اور خاندان اب ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی دیوبند کا نام اجنبی نہیں رہا۔ اسی دیوبند کے نامی گرامی عثمانی خاندان میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانی ایک مشہور دانش ور ادیب اور عالم دین تھے کمال فہم اور علم و عمل کی وجہ سے ارباب علم میں متعارف اور نہایت محترم تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مخلص احباب میں تھے۔ اور دارالعلوم دیوبند کے اولین معماروں میں، جن مقامی بزرگوں نے دارالعلوم قائم کیا اور آگے بڑھکر حصہ لیا ان میں آپ کا نام نامی سرفہرست نظر آتا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن عثمانی نے دہلی میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی، استاذ العلماء مولانا مملوک العلی (م ۱۲۶۷ھ) کے ممتاز شاگردوں میں آپ کا شمار ہے جو حضرت نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) حضرت گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) اور دوسرے علماء کے بھی استاذ تھے۔ اس رشتہ سے مولانا عثمانی حضرت نانوتوی کے استاذ بھائی بھی تھے۔ فراغت کے بعد مولانا عثمانی ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر فائز ہوئے اور اسی عہدہ پر بریلی میں آپ کا قیام تھا کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہوا، آپ نے اپنی آنکھوں سے سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہوتے ہوئے اور انگریزوں کو برسر اقتدار آتے ہوئے دیکھا تھا۔

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو آپ کی بھرپور اعانت اور مشورے سے دارالعلوم دیوبند کی داغ بیل ڈالی گئی۔ ابتداء سے تا دم آخر اسکی مجلس شوریٰ کے رکن رکین رہے، اور آپ ہی جیسے حضرات کی برکت تھی کہ دارالعلوم کی روداد اس دور میں بھی سال بسال مفصل چھپتی تھی۔ جس میں معاونین کے ساتھ مدرسین اور طلباء کی تفصیل بھی درج ہوتی تھی۔ چنانچہ آج بھی اس کا ریکارڈ محافظ خانہ دارالعلوم میں محفوظ ہے۔

اپنی ملازمت کے سلسلہ میں آپ کا قیام بریلی، پیلی بھیت اور بجنور وغیرہ میں رہا، بلکہ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

(م ۱۳۴۹ھ) کی پیدائش بریلی کی ہی ہے۔ جہاں بسلسلہ ملازمت آپ مقیم تھے۔ آپ کے متعلق حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم نے لکھا ہے

"حضرت مولانا فضل الرحمٰن . . . دارالعلوم دیوبند کے اولین اراکین، مجلس شوریٰ دارالعلوم کے طبقہ اول کے اراکین اور حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کے مخصوص مجلس نشین احباب میں تھے" (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۶/ج ۱)

ولادت حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن مولانا فضل الرحمٰن عثمانی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ اپنے آبائی وطن دیوبند میں ۱۲۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں علمی و دینی ماحول میں پرورش و نشوونما ہوئی۔ بچپن میں والدین کے ساتھ کچھ دنوں بریلی میں بھی رہنا ہوا۔ آپ کا تاریخی نام ظفر الدین ہے۔ یہ نام مخصوص لوگوں کے سوا کوئی جانتا نہیں تھا۔ جس وقت دارالعلوم کا سنگِ بنیاد ڈالا گیا تھا اس وقت مفتی صاحب کی عمر کم و بیش آٹھ سال کی تھی اور اس وقت اس کا نام مدرسہ عربی اسلامی تجویز ہوا تھا

تعلیم دارالعلوم کی پرانی روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی الحجہ ۱۲۸۴ھ میں ارباب مدرسہ نے فیصلہ کیا کہ درجۂ حفظ بھی قائم کیا جائے۔ چنانچہ اس خدمت کے لیے حافظ نامدار خاں صاحب کا تقرر عمل میں آیا۔

حفظِ قرآن حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس درجہ کے قائم ہوتے ہی دارالعلوم میں داخل کیے گئے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کی روداد ۱۲۸۵ھ میں درجۂ حفظ کے اندر جن طلباء کو دکھایا گیا ہے ان میں مفتی عزیز الرحمٰن قدس سرہ کا نام بھی ملتا ہے۔ اور ان طلبہ میں نام ہے جو نصف قرآن سے زیادہ حفظ کر چکے تھے۔ ۱۲۸۶ھ کی روداد میں بھی درجۂ حفظ کے اندر آپ کا نام ملتا ہے۔ ۱۲۸۰ء میں آپ نے یہیں دارالعلوم سے حفظِ قرآن پاک ختم کیا۔ حفظِ قرآن میں آپ کے استاذ حافظ نامدار خاں صاحب رہے۔

فارسی ۱۲۸۸ھ سے لیکر سنہ ۱۲۹۰ھ تک کی روداد میں مفتی صاحب کا نام نہیں ملتا ہے،

ن رہے والدین کے ساتھ کہیں بعد قیام ہوا اور وہیں اپنے والد محترم سے ابتدائی فارسی کی تعلیم حاصل
ِتے رہے ہوں۔ ۱۲۹۱ھ کی روئداد میں درجہ فارسی میں آپ کا نام سکندر نامہ اور رقعاتِ عالمگیری
جماعت میں ملتا ہے۔ اس سال آپ نے ان کتابوں کا دارالعلوم میں سالانہ امتحان بھی دیا ہے
اچھے نمبرات حاصل کئے ہیں۔ اگلے سال ۱۲۹۲ھ میں انوار سہیلی اور چہار گلزار کی جماعت میں
ریک رہے۔ اور ۱۲۹۳ھ میں ابوالفضل نامی کتاب پڑھی اور اسی سال درجۂ فارسی سے
غت حاصل ہوئی۔ اُس زمانے میں ان کتابوں کے مدرس حضرت مولانا منفعت علی دیوبندی
ۃ اللہ علیہ تھے۔ یقیناً آپ نے بھی یہ کتابیں انہی سے پڑھی ہونگی۔

بی | ۱۲۹۴ھ کی روئداد میں آپ کا نام دارالعلوم کے کسی درجہ میں نہیں ملتا ہے۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ آپنے عربی کی ابتدائی کتابیں پرائیویٹ طور پر پڑھیں۔ ۱۲۹۵ھ
آپ کا نام درجہ عربی میں آتا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سال آپ نے کیا کتابیں
ھیں، اس لئے کہ سالانہ امتحان کی فہرست میں آپ کا نام درج نہیں ہے۔ جس سے
ابوں کی تعیین ہوا کرتی ہے۔

۱۲۹۶ھ کی روئداد دارالعلوم میں آپ کا نام ابوداؤد شریف اور سبعہ معلقہ میں
تا ہے۔ آپ نے ان دونوں کتابوں کے سالانہ امتحان میں بھی شرکت کی ہے اور کامیابی
صل کرکے انعام بھی پایا ہے۔

غت | ۱۲۹۷ھ آپ کی تعلیم کا آخری سال ہے۔ اس سال آپ نے بہت ساری
کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کے سالانہ امتحان میں بھی شریک ہوئے ہیں، اور کامیابی
صل کی ہے۔ اس سال کی روئداد میں آپ کے نام کے ساتھ یہ کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔
یہ ثانی، دیوان حمیتی، میر زاہد رسالہ مع رسالہ غلام یحییٰ، ابن ماجہ، شمائل ترمذی
ان حماسہ، توضیح تلویح، تاریخ یمینی، نسائی شریف، ترمذی شریف،
لم شریف اور بخاری شریف

اس زمانے میں دار العلوم کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ (م ۱۳۰۲ھ) تھے، اور کتب حدیث کا درس آپ ہی دیا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے بھی حدیث کی کتابیں مولانا موصوف ہی سے پڑھیں۔

مفتی صاحب جس سال بخاری شریف پڑھکر فراغت حاصل کر رہے تھے اتفاق سے اسی سال جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ میں سرپرستِ مدرسہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کا وصال ہوگیا شروع سے اب تک دار العلوم کے سرپرست چلے آرہے تھے اور جنکی ذات سے دار العلوم کو بڑا سہارا حاصل تھا آپ علم و عمل اور رشد و ہدایت کے آفتاب تھے۔ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نانوتوی سے کچھ کتابیں یا حدیث کی کوئی کتاب پڑھی تھی یا نہیں اس کی کوئی صراحت نہیں ملی۔ مگر یہ طے ہے کہ آپ نے یقیناً حضرت نانوتویؒ کا اچھا خاصا زمانہ پایا ہے اور غالب گمان یہ ہے کہ آپ کی روحانی مجلس میں بھی وقتاً فوقتاً شریک ہوئے ہونگے اور فیض بھی اٹھایا ہوگا۔

اس ابتدائی دور میں دستور یہ تھا کہ ہر سال جو طلبا، دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کرتے تھے انھیں اسی سال شعبان میں ایک جلسۂ عام کرکے دستارِ فضیلت دے دی جاتی تھی۔ مگر اس سال چونکہ بانیٔ مدرسہ کا وصال ہوگیا تھا اس لیے شعبان کا جلسۂ دستارِ فضیلت ملتوی کرکے شوال میں رکھا گیا اس سال کی روئداد میں یہ ساری تفصیل موجود ہے۔

دستاربندی

۱۷ر شوال ۱۲۹۷ھ کو یہ جلسۂ دستار بندی مدرسہ نو تعمیر والے مکان میں منعقد ہوا، جہاں اس وقت دار العلوم کی عمارت نودرہ ہے۔ اس مکان میں یہ سب سے پہلے جلسۂ دستار بندی تھا۔ اس سے پہلے عموماً جامع مسجد دیوبند میں یہ جلسہ ہوا کرتا تھا۔

اسی جلسۂ دستار بندی میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کی دستار بندی امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ) اور دوسرے اکابر اساتذہ دار العلوم کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

تدریس دارالعلوم | اس کے بعد مفتی صاحب کو اسی سال دارالعلوم دیوبند میں بطور معین المدرسین درس و تدریس کی خدمت سپرد ہوئی ۔ جسے دو سال تک آپ نے بلامعاوضہ انجام دیا۔

قیام مدرسہ اسلامیہ میرٹھ | ۱۳۱۰ھ میں اساتذہ کرام کے مشورہ سے آپ باضابطہ مدرس ہوکر شہر میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ میں تشریف لے گئے ، جہاں آپ نے مسلسل نو سال تک مختلف اونچی کتابوں کا درس دیا ۔ میرٹھ شہر میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور اطراف میں علمی شہرت ہو گئی ۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی آپ کے اساتذہ آپ کی علمی و دینی خدمت سے برابر واقف ہوتے رہے ۔ وطن کی نسبت سے برابر آنا جانا بھی ہوتا رہتا تھا ۔

والد کی وفات | ۱۳۲۵ھ میں آپ کے والدِ محترم مولانا فضل الرحمٰن کی وفات ہو گئی ۔ اس طرح گھر کا سارا بار آپ پر آپڑا ۔ اس لئے کہ آپ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الاسلام پاکستان اور مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب وغیرہ سب آپ سے چھوٹے تھے ۔

نیابتِ اہتمام | ادھر آپ کی علمی و عملی شہرت عام ہو رہی تھی چنانچہ اربابِ دارالعلوم نے طے کیا کہ اب مفتی صاحب موصوف کو دارالعلوم میں بلا لیا جائے ۔ نیابتِ اہتمام کے لئے ایک مربی قسم کے عالم کی ضرورت بھی تھی ۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو آپ میرٹھ سے دیوبند تشریف لے آئے اور نیابتِ اہتمام کا عہدہ سنبھال لیا ۔ کم و بیش ایک سال تک آپ نے نائب مہتمم کی حیثیت سے خدمت انجام دی ۔

دارالعلوم دیوبند میں اس وقت تک باضابطہ دارالافتار کا شعبہ قائم نہیں ہوا تھا ۔ اس اہم ضرورت کا احساس بہت پہلے سے تھا ۔ اعلان بھی روئداد میں ہو رہا تھا ۔ مگر استفتوں کے جوابات اب تک عموماً حضرات اساتذۂ کرام ہی لکھا کرتے تھے ۔

کارِ افتار | افتار کا کام کافی پھیل چکا تھا ، ضرورت کا احساس تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا ۔

چنانچہ ۷، ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کی مجلس شوریٰ نے ایک خط کے ذریعہ سرپرست مدرسہ حضرت گنگوہی کو اس طرف متوجہ کیا، اور تحریر کیا

"مفتی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے مستفتیوں کو جواب دیر میں ملتا ہے جس سے ان کا حرج ہوتا ہے"

اس کے جواب میں ۹، ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کا یہ جواب موصول ہوا۔

"بندہ کے نزدیک مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کو اہتمام سے علیحدہ کر کے افتاء مدرسہ و اسباق طلبہ سپرد کریں۔ اور اعانت مدرسین کی کریں۔ اور لا ریب جواب فتویٰ دیر میں ملنے سے بسبب عدم فرصتی مدرسین کے مدرسہ کو بدنامی ہے۔ اور کام افتاء کا ایسا نہیں ہے کہ باوجود شغل درس کے اس کو کر سکے۔" (رجسٹر نقل کارروائی مجلس شوریٰ دارالعلوم)

سرپرست محترم کی اس تحریر کے بعد ارباب مدرسہ نے حضرت مفتی صاحب کو نیابت اہتمام سے سبکدوش کر کے افتاء کا کام سپرد کر دیا، اس طرح دارالعلوم میں باضابطہ شعبۂ دارالافتاء کھل گیا اور دارالعلوم کے سب سے پہلے مفتی آپ ہی مقرر ہوئے۔

کارِ افتاء کے ساتھ آپ کو اسباق بھی دیئے گئے۔ آپ نے مدت العمر یہ دونوں خدمتیں انجام دیں۔ جب تک منصب افتاء پر رہے تن تنہا یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کام میں کوئی آپ کا معاون نہیں تھا۔

افتاء کے ساتھ تدریس

۱۳۱۰ھ سے لے کر مسلسل رجب ۱۳۴۶ھ تک ۳۷ سال آپ نے دارالافتاء میں رہ کر یہ فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عموماً مشکوٰۃ شریف اور جلالین کا درس بھی دیتے رہے۔ یوں آپ نے مختلف سالوں میں مختلف کتابیں بھی پڑھائی ہیں۔ ابتدائی عربی کتابوں سے لے کر دورۂ حدیث تک کے اسباق آپ کے ذمہ رہے۔ آپ نے ان سب کا درس دیا تھا۔

تلامذہ

۱۳۱۰ھ سے ۱۳۴۶ھ تک ہزاروں علماء آپ کے درس میں شریک ہوئے اور

مختلف اوقات میں مختلف کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں۔ قابل ذکر علماء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی (م سنہ) نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھی ہیں۔

" کافیہ، شرح جامی بحث فعل، ہدایۃ النحو، منیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح وقایہ شرح مائۃ عامل اور اصول الشاشی " (نقش حیات ص ج ۱) حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب دیوبندی بھی آپ کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی پاکستان نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت مفتی صاحب موصوف سے حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور تفسیر میں جلالین شریف پڑھی، یہ بھی لکھا ہے

" فتوی کا ابتدائی کام بھی حضرت ممدوح ہی کی خدمت میں رہ کر کچھ سیکھا اور حصن حصین کو حرفاً حرفاً پڑھکر اجازت حاصل کی " (مقدمہ عزیز الفتاوی صہ ۴۲)

سوم سند حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے جلالین پڑھی ہے۔ اسی کے ساتھ مولانا نعمانی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے

" دار العلوم کے اس وقت کے اکابر اساتذہ میں ایک امتیازی فضیلت حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن کی یہ بھی تھی کہ ان کی سند سب سے عالی تھی ان کو صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کی اجازت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بھی حاصل تھی وہ حدیث میں براہ راست حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ کے شاگرد تھے۔

(الفرقان جمادی الاول ۱۳۹۲ھ صہ ۲۱)

اسی کے ساتھ اس کی بھی صراحت کی ہے کہ

" حضرت مفتی (عزیز الرحمٰن) صاحب علو سند کے اس امتیاز کی وجہ سے دورۂ حدیث کے بہت سے طلبہ ان سے حدیث کی خصوصی سند اور اجازت بھی لیتے تھے۔ اس عاجز کو بھی یہ

سعادت حاصل ہوئی ۔۔۔ حضرت نے شیوخ حدیث کے طریقے پر صحیح بخاری، صحیح مسلم جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد اور امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کے اوائل ہم لوگوں سے سنے، اور ان سب کتابوں کی اور ان کے ساتھ حصن حصین کی بھی اجازت مرحمت فرمائی، اسی صحبت میں حدیث مسلسل بالاد لیتہ بھی سنائی ۔ اور اس کی بھی اجازت دی "(ایضاً)

تدریس کتب حدیث وتفسیر

مولانا نعمانی مدظلہ نے یہ بھی لکھا ہے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ منصب اور عہدہ کے لحاظ سے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اکبر (گویا بعد کی اصطلاح میں صدر مفتی) تھے، تفسیر یا حدیث کا کوئی سبق بھی پڑھایا کرتے تھے۔"

یہ ۱۳۴۴ھ کا واقعہ لکھ رہے ہیں ۔ مگر اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حدیث وتفسیر کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھایا کرتے تھے ۔ اسی طرح فارغ ہونے والے طلبہ آپ سے کتب حدیث کی خصوصی سند اور اجازت بھی حاصل کرتے تھے جیسا کہ اوپر تذکرہ گذرا ۔

دارالعلوم دیوبند کے موجودہ سربراہ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں ۔

"مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ میں نے جلالین شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد اور طحاوی شریف حضرت اقدس (مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ) سے پڑھی ہے ۔" (فتاویٰ دارالعلوم مکمل ومدلل ص۴۴ ج۱)

ان چند اقتباسات سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابتدائی عہد میں شرح وقایہ وغیرہ اور بعد میں مشکوٰۃ، جلالین شریف اور دورہ کے اسباق میں موطا امام مالک، موطا امام محمد اور طحاوی شریف پڑھایا کرتے تھے ۔ اور جن طلبہ نے یہ کتابیں اس دور میں دارالعلوم

یں رہ کر پڑھی ہیں ۔ انھوں نے یقینی طور پر آپ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا ہے ۔
حضرت مولانا محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم نے آپ کے درس کے سلسلے میں لکھا ہے
" افتاء کے ساتھ درس کا شغل مستقل رہتا تھا ۔ فقہ اور حدیث اور تفسیر کے اونچے
اسباق آپ کے یہاں ہوتے تھے ۔ بڑی بڑی باریک تحقیقات جو آپ کے ذہن رسا
کی پیداوار ہوتی تھیں کبھی بھی اپنی طرف منسوب کرکے دعویٰ کے رنگ میں نہیں فرماتے تھے۔
بلکہ بطور احتمال کے ارشاد فرماتے ۔ ---- کہ اس مسئلہ میں ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ص۴۷ ج۱)

آپ کے بھائیوں کی علمی خدمت آپ کے دو چھوٹے بھائیوں نے بھی دارالعلوم میں رہ کر علم و فن کی خدمت انجام دی ہے ۔ ایک حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی جو مشہور مدبّر، فاضل اور ادیب تھے اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جو اپنے زمانے کے مایۂ ناز مفسر اور محدّث تھے ۔ اور پھر آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نے بھی دارالعلوم میں رہ کر درس و تدریس اور افتاء کا فریضہ انجام دیا ہے۔
حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے فوائد قرآن اور فتح الملہم، شرح مسلم کو جو درجہ حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اس کے علاوہ بھی دسیوں کتابوں کے آپ مصنّف ہیں ۔

ڈابھیل کا قیام ایک دو سال کے لئے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند سے جب علیحدہ ہونا پڑا تو آپ خانہ نشین ہو گئے اور خدمت افتاء بطور خود دینے لگے ۔ مگر حضرت مولانا انور شاہ صاحب جب بیمار ہو گئے تو آپ ان کی جگہ بخاری پڑھانے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت تشریف لے گئے تھے اور حضرت محدث العصر مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ سے بخاری شریف کا درس دینا شروع کر دیا اور مسلسل ڈیڑھ ماہ درسِ بخاری دیا ۔ پھر بعض ممبران شوریٰ کے اصرار پر ۳ جمادی الآخر ۱۳۴۷ھ کو دیوبند تشریف لائے ۔ مصالحت کی

کوئی گفتگو تھی، یہاں آتے ہی طبیعت خراب ہوئی۔ ۱۰ رجمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو آپ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد دیوبند تشریف لے گئے۔ مگر وہاں سے واپس آکر صاحب فراش ہو گئے۔ ضعف بہت بڑھ گیا اور ایک ہفتہ بعد وفات ہو گئی۔

فتاویٰ دارالعلوم | دارالعلوم دیوبند میں رہکر آپ نے جو فتوے تحریر فرمائے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۶ھ تک کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ البتہ ۱۳۲۹ھ سے ریکارڈ ملتا ہے۔ درمیان کے کچھ فتاویٰ غائب بھی ہیں۔ مگر دارالعلوم کے دارالافتاء میں جو حصہ محفوظ ہے اور جس کی ترتیب و اشاعت کا کام جاری ہے اس کے متعلق ریکارڈ کی مدد سے حکیم الاسلام حضرت مولانا طیب صاحب دامت برکاتہم نے جو یادداشت مرتب کی ہے اس میں لکھا ہے کہ آپ کی خدمت میں ۳۷۵۶۱ لفافے اور کاغذاتِ استفتار آئے۔ جن کا آپ نے جواب لکھا اور اس کی نقل محفوظ ہے۔ اگر ہر لفافے اور کاغذِ استفتار میں تین سوالات بھی فرض کر لئے جائیں تو جوابات کی تعداد ایک لاکھ بارہ ہزار چھ سو تراسی ہوتی ہے۔ اور اگر تمام سالوں کے ریکارڈ ہوتے تو خود اندازہ لگائیں کہ یہ تعداد کہاں تک پہنچتی۔ چنانچہ حضرت مہتمم صاحب نے لکھا ہے کہ

"حضرت مرحوم کے یہ صرف پندرہ سالہ فتاویٰ کی تعداد ہے جو بذیل ریکارڈ محفوظ ہے افسوس ہے کہ بائیس سالہ خدمت کا ذخیرہ سطح کاغذ پر نہیں ملتا۔ اگر اسی تناسب سے جو نقشہ بالا سے ظاہر ہے چالیس سال کا ایک سرسری اندازہ لگایا جائے۔ تو کم و بیش ایک لاکھ اٹھارہ ہزار فتاویٰ ہونے چاہئیں۔ جو حضرت کے قلم مبارک سے صفحہ قرطاس پر مرتسم ہوئے ہیں۔ اور ایک جلیل القدر مفتی کے فضائل و مناقب کے لئے یہ کہدینا کافی ہے کہ انھوں نے ایک لاکھ اٹھارہ ہزار مقبول فتاویٰ سے عالم اسلامی کے ایمان و اسلام کی تحفظ کی خدمت کی جن میں سیکڑوں فتاویٰ محاکمے اور فیصلے کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ج ۱)

فتاویٰ کی اشاعت موجودہ مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ بہت دنوں زندہ رکھے کہ انھوں نے علم اور اہل علم کی جو قدر افزائی کی ہے وہ ان کا ہی مخصوص حصہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا یہ بچا کھچا قیمتی ذخیرہ یوں ہی برباد ہو جاتا اگر وہ اس کی ترتیب و اشاعت پر توجہ نہ دیتے۔ آپ نے بار بار یہ مسئلہ شوریٰ میں رکھا اور اسکی منظوری حاصل کی۔ مختلف علمار کو اس کام پر لگایا مگر التوا ریہ التوار ہوتا رہا۔ باوجود اس کے حضرتِ اقدس اس کام پر متوجہ رہے پھر جیسا کہ خود حضرت والا نے لکھا ہے

"بالآخر اس سلسلہ کی انتہا جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب زید مجدہ پر ہوئی۔ اور انھوں نے غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے لگ کر ترتیب فتاویٰ کا کام حسنِ اسلوب سے انجام دینا شروع کیا جو آج مرتب صورت میں ناظرین کے سامنے موجود ہے اور ہم اس کی طباعت و اشاعت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ باقساط و حصص (متعدد جلدوں میں) یہ نورانی ذخیرہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔" (فتاویٰ جلد اول ص ۱)

فتاویٰ پر حاشیہ کی ترتیب اور اس کا اہتمام یہ سطریں آپ نے محرم ۱۳۸۲ھ میں لکھی تھیں جب فتاویٰ کی پہلی جلد زیر پریس جارہی تھی۔ یہ بے شمار فتاویٰ رجسٹروں میں بکھرے پڑے تھے۔ جن میں قطعاً کوئی ترتیب نہیں تھی۔ بلکہ تاریخ وار مستفتی کے نام سے درج رجسٹر تھے۔ ان کی ترتیب کوئی آسان کام نہیں تھا اس وقت اور بھی جبکہ ان پر حواشی بھی لکھنا ضروری تھا۔ تاکہ ہر مسئلہ کا حوالہ مختلف کتبِ فقہ حدیث و تفسیر سے مع ابواب و صفحات درج ہوں۔ اور لوگوں کو مراجع کی طرف رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ اسی نہج پر کام شروع کیا گیا۔ مرتب نے ترتیب کے سلسلے میں لکھا ہے۔

• فقط فتاوی تاریخ وار درج ہیں۔ ان میں کوئی ترتیب نہیں ہے مرتب نے کتاب باب اور فصل قائم کیا ہے پہلے ہر کتاب الگ کی گئی۔ مثلاً کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح وغیرہ وغیرہ، پھر ہر کتاب میں مختلف ابواب قائم کئے گئے۔ جیسے کتاب الطہارۃ میں باب الوضو، باب الغسل، باب المیاہ، باب التیمم وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد ہر باب میں فصلیں قائم کی گئیں۔ مثلاً باب الوضو میں مندرجہ ذیل فصلیں قائم کرنی پڑیں۔ فصلِ اول فرائضِ وضو، فصلِ دوم سننِ وضو، فصلِ سوم مستحبات وضو، فصلِ چہارم مکروہاتِ وضو، فصلِ پنجم نواقضِ وضو۔ (فتاوی دارالعلوم ص ج ۱)

حوالجات کے سلسلے میں مرتب نے صراحت کی ہے کہ اکثر مسائل ایسے تھے جن کا حوالہ درج نہیں تھا۔ مرتب نے اپنی طرف سے حاشیہ پر مختلف کتابوں سے مع عبارت حوالہ درج کیا اور پھر اس حوالہ کی نشاندہی کتاب، باب، اور صفحہ کے نمبر کے ساتھ کی۔ کچھ مسائل ایسے بھی تھے جن کے حوالے درج تھے مگر یہ عبارت کہاں کی ہے اسکی نشاندہی نہیں تھی۔ مرتب نے محنت کر کے حاشیے پر اسکی نشاندہی بھی کی۔ عبارت میں ناقل سے اگر کوئی غلطی رہ گئی تھی تو اس کی تصحیح کی۔ مسائل میں اگر کہیں تکرار پایا جاتا تھا اسے سلیقے سے حذف کیا۔

فتاوی کی شائع شدہ آٹھ ضخیم جلدیں مختصر یہ کہ اس اہتمام کے ساتھ دارالعلوم نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی کی اشاعت کا انتظام کیا اور یقیناً اس میں سب سے زیادہ دلچسپی حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے لی۔ اور انہوں نے ہی اندرونِ دارالعلوم اس کام کی قدر افزائی کی۔ ورنہ اتنا لمبا علمی کام ہرگز جاری نہیں رہ سکتا تھا۔ مرتب ہی جانتا ہے کہ ابتدا میں لوگوں نے کیا کچھ کہا اور اس میں رکاوٹ پیدا کرنے کی سعی کی۔

خدا کا شکر ہے کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے فتاوی کی اب تک آٹھ ضخیم

جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ جن کے مجموعی صفحات چار ہزار سے زیادہ ہیں۔ اور مسائل کی تعداد چھ ہزار سے زیادہ، اور اب تک صرف کتاب النکاح تک مسائل آسکے ہیں، نویں جلد بھی تیار ہے اور جلد ہی پریس جانے والی ہے۔

فتاویٰ میں مہارت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو افتار میں جو مہارتِ تامہ حاصل تھی وہ کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں ہے اس دور کے سارے اکابر آپ پر پورا اعتماد کرتے تھے۔ اور جہاں کوئی الجھاؤ ہوتا آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت مہتمم صاحب تحریر فرماتے ہیں

"آپ کی افتائی مہارت اس حد تک پہونچی کہ بڑے سے بڑا مسئلہ اور معرکۃ الاستفتار کا جواب قلم برداشتہ اور بلا مراجعت کتب بے تکلف سفر و حضر میں تحریر فرمادیا کرتے تھے۔ بڑے سے بڑا اہم فتاویٰ جنکو مرتب کرنے میں اگر آج کے مفتی اور ماہر علمار مشغول ہوں تو مراجعت کتب کے بعد بھی شاید دنوں اور ہفتوں کی سوچ و چار کے بعد بھی فتویٰ کا وہ سہل عنوان اختیار نہ کر سکیں گے جو حضرت ممدوح قلم برداشتہ اس طرح بے تکلف لکھ جاتے تھے۔ جیسے روزمرہ کی معمولی باتیں ڈائری میں لکھی جاتی ہیں۔ چالیس سال آپ نے دارالعلوم کے دارالافتار کی خدماتِ جلیلہ انجام دیں اور اس دور میں سیکڑوں ہی ایسے اہم اور مشکل فتاویٰ بھی سپرد قلم فرمائے۔ جو نہ صرف فتویٰ بلکہ معرکۃ الآرا مبحث میں محاکمہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور صرف چند لفظوں میں ... نصوص فقہیہ اکثر و بیشتر حفظ و یادداشت سے تحریر فرمادیتے تھے۔ جن میں فرق نہیں نکلتا ... افتائی حکم نہایت جچا تلا، اور حشو و زوائد سے پاک مختصر و جامع ہوتا تھا" (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱ ص)

اس میں کون ذی علم شبہ کر سکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب موصوف میں یہ ساری خوبیاں تھیں جن لوگوں نے حضرتِ والا کے فتاویٰ کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی تائید کریں گے ۔ پھر اس

کے ساتھ بڑی خوبی یہ ہے کہ زبان صاف اور شگفتہ، اندازِ بیان سادہ اور سلیس، عامی سے عامی آدمی اسے سمجھ لے۔

حالات کی رعایت

عرف زمانہ کو سامنے رکھکر آپ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حالات اور تقاضائے وقت کا بھی لحاظ و پاس ہوتا تھا۔ اگر کسی مسئلہ میں دو قول ہیں تو عوام کو سامنے رکھکر سہل پہلو پر فتویٰ دیتے تھے۔ کیونکہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے ہے۔ وفی عدۃ الاحکام من کشف البزدوی

وفی عدۃ الاحکام من کشف البزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء الحمام و الصلوۃ فی الاماکن الطاھرۃ بدون المصلی (عقد الجید ص۳)	کشف بزدوی میں ہے کہ مفتی کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ رخصتوں کو اختیار کرے تا عوام کو سہولت حاصل رہے جیسے غسل خانہ کے پانی سے وضو کرنا اور پاک جگہ پر بلا جائے نماز، نماز ادا کرنا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

ینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر فی حق غیرہ خصوصاً فی حق الضعفاء لقوله علیه السلام لابی موسیٰ الاشعری و معاذ حین بعثهما الی الیمن لیسّرا ولا تعسّرا۔ عقد الجید ص۴	مفتی کے لئے مناسب یہ ہے غیر کے حق میں جو سہل تر ہو اسے اختیار کرے بالخصوص کمزوروں کے حق میں اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تھا تو فرمایا دونوں آسانی فراہم کرنا مشقت ڈالنے کی کوشش نہ کرنا

فتاویٰ کی شگفتگی

اس طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب کم سے کم جملوں میں واضح سے واضح تر ہوتا تھا اور دو ٹوک فیصلہ کن۔ اس میں اگر مگر یا تذبذب کو قطعاً راہ نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ علمائے امت نے لکھا ہے۔

لا یجوز للمفتی تخییر المسائل والقاءہ فی الاشکال والحیرۃ بل علیہ ان یبین بیانا شافیا مزیلا للاشکال ..... کافیا فی حصول المقصود (اعلام الموقعین ج۴ ص۲۲۲)

مفتی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مسائل کو اشکال اور حیرت میں ڈالدے بلکہ اس کا فرض ہے صاف ستھرا جواب لکھے جس سے اشکال ختم ہو جائے۔ اور مقصود کے حاصل ہونے کے لئے کافی ہو۔

موصوف کی بڑی خوبی یہ ہے سوال پڑھکر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ سائل کس درجہ کا ہے اور پھر جواب اسی انداز کا تحریر فرماتے ہیں۔ ایک ہی طرح کے سوالات میں کسی کو بالکل مختصر جواب دیتے ہیں کہ اسکا یہ حکم ہے اور کسی کا جواب مفصل و مدلل لکھتے ہیں۔ تاکہ کوئی علمی اشکال باقی نہ رہ جائے عوام کے لئے حکم بتادینا کافی ہوتا اور وہ اسی سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ مگر علماء دلائل کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

مفتی صاحب کا دستور یہ بھی رہا ہے کہ آپ ہمیشہ مفتیٰ بہ قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اس باب میں نہ ابن الہمام کی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ نہ مجدد صاحب کے قول پر نہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول پر۔ چنانچہ ایسے موقع پر صراحت فرما دیتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں کسی اور کے نہیں۔ اور مفتیٰ بہ یہ قول ہے وہ ایک خاص شخص کا رجحان ہے۔

ایک شخص پوچھتا ہے کہ غیر ملک سے مال تجارت منگوانے میں ناگزیر طور پر قیمت سے زیادہ رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ جیسے بینک کا سود تو تجارت بند کردی جائے یا باقی رکھی جائے۔ آپ جواب میں لکھتے ہیں تجارت جاری رکھی جائے اور جو زائد رقم لی جاتی ہے اسے آپ اصل قیمت میں داخل سمجھ کر ادا کریں۔

مفتی صاحب کا دل چونکہ روشن تھا اس لئے دماغ، ذہن اور حافظہ کبھی خیانت نہیں کرتا تھا۔ اور ذہن و فہم ہمیشہ درستی ہی کی طرف جاتا تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم آپ کے جو فتاویٰ شائع کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے قبولِ عام کی دولت سے نوازا ہے۔ اس دس سال میں فتاویٰ

کے تین اڈیشن آچکے۔ آج کسی مفتی اور عالم کی الماری فتاویٰ کی ان جلدوں سے بحمداللہ خالی نظر نہیں آئے گی۔

ارشاد و بیعت حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب قدس سرہ جہاں ایک بڑے عالم، فقیہ اور مفتی تھے۔ وہیں ایک مرشد، مربی، مصلح اور باطنی امراض کے حکیم بھی تھے۔ جہاں تزکیۂ باطن، تصفیہ قلب اور خشیتِ الٰہی حاصل ہوتی تھی۔ آپ سے بہت سے علمائے امت نے یہ دولت پائی۔ اور بہت سے عوام کی آپ کے ذریعہ اصلاح باطن ہوئی۔

ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد ہی آپ باطن کو آراستہ کرنے پر متوجہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ رب العالمین نے وافر دولت سے نوازا اس دور میں علم کے ساتھ عمل کا بڑا چرچا تھا۔ دیوبند اور اس کے اطراف میں بکثرت اہل اللہ پھیلے ہوئے تھے۔ خود دارالعلوم کے متعلق مشہور تھا کہ اس کا دربان بھی صاحب نسبت ہوا کرتا تھا۔ علماء اور اساتذہ کا تو کہنا ہی کیا۔

ایک درخواست

عارف باللہ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن عثمانی قدس سرہٗ مفتی اول دارالعلوم دیوبند کی سیرت و سوانح پر رفیق ندوۃ المصنفین دہلی مولانا محمد ظفیرالدین صاحب (مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) نے خدا کا نام لیکر کام شروع کر دیا ہے۔ انکا ایک مقالہ "برہان" دہلی میں آرہا ہے۔ اس سلسلہ میں ناظرین سے درخواست ہے کہ جن حضرات کے پاس حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے خطوط یا کوئی قلمی تحریر ہو یا کچھ ضروری حالات معلوم ہوں وہ براہ کرم مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (یوپی) کے نام خطوط وغیرہ کی نقلیں یا اصل خطوط و تحریر روانہ فرمائیں۔ اور حالاتِ زندگی قلمبند کر کے بھیجیں۔ ایسے حضرات کے ندوۃ المصنفین دہلی اور اس کے منتظمین شکر گذار ہونگے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی نو مجلد جلدیں مع حواشی دارالعلوم دیوبند سے شائع ہو چکے ہیں اور ملک و بیرون ملک اہلِ علم اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

منیجر
ندوۃ المصنفین دہلی ۶